نظریہ ارتقاء اور اسلامی تعلیمات

احمد رضا[[1]](#footnote-1)\*

 پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد جعفر [[2]](#footnote-2)\*\*

Abstract:

*A very important issue related to Muslim Ummah and specially our young generation who are getting their education from schools, collage’s and Universities. In their course books it has been taught that the life on earth was started by coincidence and by evolution different species came into being.*

*Obviously, Islam (as the true rlegion) gives concrete and profound answers of all problems and issues that bother mankind Islamic teachings are totally different from above mentioned point of view. So, from Quran Ayaat, authentic Hadiths and Scientific sources, it can be concluded that Darwin theory was against the Islamic prospective.*

*In case we find science going against the Quranic teachings we must not forget that the Quran is far more superior then science.*

کائنات کی تخلیق اور پھر اس دنیامیں زندگی کے آغاز کے متعلق دو طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں۔ایک یہ کہ سارا نظام، انسان، نباتات، حیوانات ان سب کا خالق اللہ سبحانہ ہو و تعالیٰ ہے۔ دوسرے نظریہ کے مطابق یہ سب کچھ بغیر کسی خالق کے اتفاقی یا حادثاتی طور پر خود بخود وجود میں آیا ہے۔اس خیاں کا حامل دوسراگروہ مادہ پرستوں کا ہے،جو اسے خالص ارتقائی شکل کا نتیجہ قراردیتا ہے۔یہ لوگ تخلیق کائنات کے بارے میں اس قسم کے نظریات رکھتے ہیں کہ یہ کائنات ہمیشہ سے ہے اور ہمشہ رہے گی،ازلی ہے،اس کی کوئی ابتدا نہیں،ہر لمحہ اس میں ارتقائی اور تخلیقی عمل بھی ہو رہا ہے۔اس ارتقائی اور تخلیقی عمل کی صلاحیت خود مادہ میں موجود ہے۔بعض کے نزدیک اس کائنات کی ابتداتو یقینی ہےمگر ان کے خیاں میں یہ خود بخود کسی حادثے یا اتفاق کے طور پر وجود میں آگئی اور یہ سب محض اتفاقات کی بنیاد پر چل رہا ہے۔1

یہ فلسفہ مادہ پرستی کہلاتا ہے۔مادہ پرست یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ اس کائنات کی کوئی غرض یا غایت نہیں ہے،کوئی مقصد نہیں ہے۔یہ کائنات کے وجود کا تصور ہے جو مادہ پرستوں میں پایا جاتا ہے دنیا میں زندگی کا آغاز کیسے ہوا؟یعنی یہ نامیاتی اجسام پودے،جانور اور انسان یہ سب کیسے وجود پزیر ہوئے ؟پہلے پہل تو بغیر کسی دلیل کے ان سوالات کے جواب میں یہ کہنا کافی سمجھا جاتا تھا کہ یہ سب اتفاق سے وجود میں آگئے ہیں۔لیکن سائنسی علوم کی آگہی کے بعد انیسیویں صدی میں ملحدانہ فلسفیوں کی مدد کے لیئے ڈارون آگے بڑھا اور اس مادہ پرست نظریے کو لے کرسائنسی لبادے میں پیش کیا۔

نظریہ ارتقاکا تعارف :

نظریہ ارتقا کے مطابق سا ری جاندار اشیا ایک اکیلے خلیے سے وجود میں آئیں۔پہلا خلیہ کیسے وجود میں آیا ؟ اس معمے کا نظریہ ارتقا کے حامیوں کے پاس کوئی جوا ب نہیں ہے۔سوائے اس کے کہ غیر جاندار اجزا نے ’’اتفاقا’’ایک خلیہ پیدا کر دیا۔خلیے کے وجود میں آنے سے پانی میں انتہائی چھوٹے جاندار اجسام پھیلنا شروع ہوگئے اسی دور میں پانی میں مچھلیاں نمودار ہوئیں مچھلیاں عمل ارتقا کے زریعے بحری حیوانات میں تبدیل ہوگئیں جانور جو پہلے صرف پانی تک محدود تھے،اب خوارک کی کمی یا محفوظ جائے پناہ کی خاطر پانی سے خشکی کی طرف منتقل ہونے لگے۔پھر زمین پر آکے رینگنے والی مخلوق میں تبدیل ہوگئے ان کی ابتدا چھوٹے جانوروں سے ہوئی۔ان کے پچھلے حصے پر دو ٹانگیں اور دم نمودار ہوگئی زمین پر رینگتے ہوئے جاندار خوراک کی تلاش میں درختوں پرچڑھنے لگے یہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتے پھرتے تھے اور یونہی چھلانگیں لگاتے لگاتے ان کے پر نکل آئے۔کچھ رینگنے والوں کے جب پاوں نکلے تو انھوں نے مکھیاں پکڑنے کی کوشش میں دوڑتے ہوئے اپنے اگلے بازو لہرانے شروع کیے،اہستہ آہستہ ان کے اگلے بازو پروں میں تبدیل ہوگئے یوں تمام جانوروں کی نسلیں ایک مشترکہ جدا امجد سے بذریعہ عمل ارتقا ء وجود میں آئیں۔

انسانی ارتقا کا منظر نامہ:

انیسویں صدی سے قبل مندرجہ بالاخیات و نظریات ایک گم نام نظریے کی حثیت رکھتے تھے۔1859ء میں چارلس ڈارون نے ایک (فطری انتخاب کے ذریعے انواع کا ظہور ) نامی کتاب لکھ کر اس نطریے کو باضابطہ طور پر پیش کیا۔ڈروان کے مطابق انسان اور بندرکا جدامجد ایک ہی ہے،گویا انسان بندر کا چچیر اابھائی ہے۔ڈارون کے ہم نواؤں نے موجود انسان کا ارتقائی رشتہ چمینزی جیسے بندروں سے ملایا ہے کچھ انتہا پسندوں نے تو انسان کو بندر کی اولاد تک قرار دے دیا ہے ان کے مطابق اس منزل تک پہنچے پہنچتے انسان کو چالیس لاکھ سال لگے۔پھر وہ آہستہ آہستہ شعور کی منزیں طے کرنے لگا،لباس کا استعمال سیکھا،پتھر کاہتھیار استعمال کرنا شروع کیا مزید لاکھوں سالوں بعد آگ کا استعمال اور غاروں میں رہنا شروع کیا۔2

اسلامی عقیدہ تخلیق کا تعارف :

اللہ جلالہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے کائنات کی ہر چھوٹی چھوٹی اور بڑی سے بڑی،ہر شے اسی کے حکم کے تابع ہے اسی کے قانون کی پابندہے ہر ذی شعور یہ جانتا ہے کہ قاعدہ وقانون کے بغیر نظام زندگی قائم نہیں رہ سکتا،تو لازمی ہے کہ جب قانون موجودہو تو قانون بنانے والا بھی موجود ہوناچاہیے۔لامحدود کائنات اس میں ہزاروں لاکھوں کہکشائیں ان میں موجود کروڑوں ستارے اور سیارے سب چیخ چیخ کر خلاق عظیم کے وجود کی گواہی دے رہے ہیں۔اس نظام کا ئنات میں موجود نظم وربط اٹل قوانین کے تحت قائم و متحرک ہے یہ قوانین،دنیا اور اس میں موجود زندگی کو بر قرار رکھنے کے لیے مہیا کیے گئے ہیں۔ اسباب و ذرائع ایک بہترین منتظم کے وجود پر دلالت کر رہے ہیں۔ زمین کا حجم،سورج سے اس کا فاصلہ اس کا درجہ حرارت،ہواوں اور ہوا میں موجود مختلف گیسیں اور ان کا تناسب حیوانات نباتات جمادات کا بے نظیر نظام اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سب خود سے نہیں ہو سکتا یقیناًان سب کا خالق صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہے۔خود انسان کا اپنا وجود اللہ جل جلالہ کی اہم نشانی ہے۔انسان کچھ بھی نہ تھا، اللہ بزرگ و برتر نے اسے وجود عطا فرمایا۔ انسانی جسم چندبے جان دھاتوں،کچھ نمکیات اور پانی کا مرکب ہے۔ یہ چند عناصر کس ترتیب اور تناسب سے انسانی جسم میں موجود ہیں،آج یہ معلومات بھی انسان کو حاصل ہیں ان بے جان مادوں کو ایک جیتا جاگتا،عقل مند اور زندگی کی رعنائیوں سے بھر پور وجود عطاکرنے والی ذات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ہے۔ اعضائے رئیسہ یعنی دل، دماغ،جگر وغیرہ غرض ہر عضو اللہ کا ایک شاہکار ہے۔یہ دنیا انسان کے لیے مسخر کردی گئی،ہر چیز انسان کو فائدہ پہنچارہی ہے یہ سارا نظام انسان کی خدمت میں مصروف ہے ا ن تمام نعمتوں کے بدلے اس سےصرف ایک چیز کا تقاضا کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے عظیم خالق کی ہی عبادت کرے اسی کا شکر گزار بندہ بن کر رہے مگر افسوس ظالم انسان اسی رحمان و رحیم ذات کے وجود کا ہی انکار کر رہا ہے۔

تخلیق پر قرآنی دلائل :

مادہ پرست اور ملحدین جتنا چاہیں خدا کے وجود کا انکار کریں کائنات کی ہر شے اپنے خالق کی عظمت کی گواہی دے رہی ہے۔ کائنات میں موجود ہزاروں اربوں کہکشاوں کے مجموعے ایک خاص توازن کے ساتھ قائم ودائم ہیں۔کہکشاوں میں اربوں ستاروں کا نظام خالق کا ئنات کے بے پناہ علم قدرت اور عظمت کو ظاہر کر رہا ہے۔یہ وسیع و عریض کائنات اس کے ایک حکم کن فیکون ‘کی تفسیر ہے قرآن مجید ارشاد ہوتا ہے :

وَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہوجا،بس ہو جاتا ہے۔

اللہ رب العزت کی تخلیق کے مظاہرپر غور و فکر خالق تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے۔دنیا میں قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے انسان کو مطالعہ کائنات اور علم وحکمت کی طرف توجہ دلائی جاتی رہی ہے آج سے چودہ سو سال پہلے صحرائے عرب میں نہ کوئی کتاب تھی نہ مصنف نہ صاحب علم اور نہ پڑھنے لکھنے کا رواج تھا۔3

قابل غور بات یہ ہے کہ نبی ﷺ سے پہلے کسی نبی یا فلسفی نے مطالعہ کائنات کی طرف اس قدر زور دار انداز سے توجہ دلائی تھی ؟ کیا کوئی شخص ایسی بات کی دعوت دے سکتا ہے۔جس کی اہمیت کا انکشاف بارہ تیرہ سو سال بعد ہونا ہو ؟ صاف پتہ چل رہا ہے کہ ان آیات میں اور اس دعوت میں اللہ کی طرف سے عطا کر دہ دانش،فراست اور بصیرت کا ر فرما تھی۔4

یہ وسیع و عریض اور لا محدود کائنات ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ جس میں جا بجا سلیم القلب رکھنے والوں کے لیے خالق کے وجود کی نشانیاں موجود ہیں۔قرآن کریم بھی نشانیوں یعنی آیات کی کتاب ہے۔ جو انسان کو خالق تک پہنچا تی ہے۔5

یہ قرآن کی حقانیت و سچائی اور اللہ کی جانب سے نازل شدہ ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے۔ کہ سائنس قرآن کے بیان کردہ حقائق کو تسلیم کرتی جا رہی ہے۔ قرآن کریم میں تخلیق کائنات کے ان سر بستہ رازوں سے بھی پردہ اٹھا یا گیا ہے۔ جن کے بارے میں مختلف ادوار میں سائنسدان مختلف نظر یات پیش کرتے رہے ہیں۔کائنات تخلیق سے پہلے کیا تھی؟ یہ کیسے وجود میں آئی ؟ کہکشائیں کیسے بنیں؟ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کائنات ابتداءمیں دھواں تھی۔ اس سے کیسے اجرام فلکی پیدا کیے گئے ؟ جدید سائنس یہ کہتی ہے۔ کہ کائنات کی تشکیل ایسے گیسی مادے سے ہوئی جو ہائیڈروجن اور ہیلئیم جیسے عناصر سے مرکب تھا اور آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا۔ یہ دھواں دھار مادہ انجام کا رمتعدد ٹکڑوں میں بٹ گیا اور اس سے ستارے اور سیارے وجود میں آئے۔6

کائنات کے وجود میں آنے سے پہلے کیا تھا ؟اس آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے:

ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ۔7

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہو ااور وہ دھواں (سا) تھا۔پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا نا خوشی سے۔ دونوں نے عرض کیا ہم بخوشی حاضر ہیں۔

کہکشاؤ ں کی تشکیل سے پہلے وسیع و عریض ( گیسی ) بادلوں کی شکل میں و ہ مادہ موجود تھا جسے کہکشاؤں کی شکل میں آنا تھا۔ اس ابتدائی کائنا ت مادے کی وضاحت میں گیس سے زیادہ موزوں لفظ دھواں ہے۔ جو مندرجہ بالاآیت مبارکہ میں کائنات کی اس حالت کا حوالہ دخان یعنی دھویں کا لفظ استعمال کر کے دیا گیا ہے۔ 8

کائنات کی تخلیق یا کائنات کی ابتداء کا لمحہ سائنس دانوں کے لیے آج بھی اتنا ہی پریشان کن ہے جتنا کہ پہلے تھا۔ کائنات کی ابتداء کے متعلق ایسے کئی نظریات پیش کیےجا رہے ہیں۔جس کا رخ الحاد کی طرف تھا،اور کائنات کے خالق کی نفی کرتے ہوئے دائمی یا ازلی مادے کا تصور دلا یا گیا۔ لیکن نظریہ انفجار عظیم (بگ بینگ )نے الحاد پرستی کی بنیاد یں ہلا دیں۔ اس نظریے نے ثابت کر دیا کہ ایک وقت ایسا تھا کہ جب کچھ بھی نہ تھا، کوئی شے موجود نہیں تھی۔ اس پوری کائنات کو عدم سےوجود بخشا گیا۔ 9

دنیا کی کوئی بھی چیز خود اپنے آپ کو نہیں بنا سکتی، خود اپنی خالق نہیں ہو سکتی۔ مادہ اپنا خالق خود نہیں ہو سکتا۔ جب کچھ بھی نہیں تھاتو آسمان،سورج،چاند،ستارے یہ زمین،سمندر اور پہاڑکہاں سے آگئے ؟کیا کوئی شے خود بخود وجود میں آسکتی ہے؟ انسانی عقل صاف گواہی دیتی ہے کہ کسی وجود کا بغیر موجد کے پایا جانا عقلاً محال ہے۔ اس لیے کہ ہر ممکن الوجود پہلے عدم میں تھا پھر وجود میں لایا گیا تو لازم ہے۔ کہ کوئی اس کا لانے والا ہو۔ 10

فلکی طبعیات کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ ابتداء میں یہ ساری کائنات ایک بڑی کمیت کی شکل میں تھی پھر ایک عظیم دھماکہ یعنی ‘‘بگ بینگ ہوا جس کے نتیجے میں کہکشائیں وجود میں آئیں۔کائنات کی ابتدا اس قدر منفرد اور اچھوتی تھی کہ اتفاق سے ا سکے وجود میں آنے کا احتمال صفر (کچھ بھی نہیں ) تھا۔11

اس معاملے میں قرآن پاک کی درج ذیل آیت مبارکہ قابل غور ہے

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا

کیا کافرلوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین باہم ملے تھے پھر ہم نے انھیں جدا کیا۔

اس قرآنی آیت اور بگ بینگ کے درمیان مماثلث اتفاقی نہیں ہے آج سے ۱۲۰۰سال پہلے اس حقیقت کا اظہار عرب کے ریگستانوں میں کیا جا چکا ہے جو حقیقت آج سائنس دان بیان کر رہے ہیں اُس دور میں کسی انسان کے لیے یہ حقائق بیان کرنا ممکن نہ تھا یہ اس بات کا ایک سائنسی ثبوت ہے (سائنٹفک پروف)کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں الفاظ کا انتخاب خاص طور قابل توجہ ہے آیت کے اصل عربی متن میں ”رتق“ کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ یہاں”ملے ہوئے تھے“کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ عربی لغت کے مطابق اس کا مفہوم” آپس میں ملے ہوئے،ایک دوسرے کا حصہ بنے ہوئے“ ہے۔ یہ الفاظ ایسے دو مادوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو،جو ہر آمیز ہو کر ایک مکمل شے کی تشکیل کریں۔ بعدازں انھیں "جدا جداکردیا "کی عبارت آئی ہے جس کے لیے قرآن پاک میں اصل عبارت "فتق "وارد ہوئی ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے فتق کوئی ایسی شے جو" رتق "کوپھاڑکر ٹکرے ٹکرے کر دینے یااس کی ساخت کو تباہ کر ڈالنے کے نتیجے میں وجود پذیر ہوئی ہو۔زمین میں ڈالے گئے کسی بیج سے پودے کے پھوٹنے کیلیے بھی یہی لفظ استعماں ہوتا ہے۔12

یہ تمام نکات ذہن میں رکھنے ہوئے اب سورۃالانبیاءکی مذکورہ بالآیت کو ایک بار پھر دیکھتے ہیں اس آیت کے مطابق زمین اور آسمان ابتدا میں "رتق" کی حالت میں تھے پھر انھیں اس طرح جدا "فتق" کیا گیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز اور علیحدہ حالت میں آگئے حیرت انگیز طور پر کونیات کے ماہرین ‘‘کائناتی انڈے (کاسمک ایگ) کے بارے میں بتاتے ہیں، جو عین بگ بینگ کےمو قع پر وجود پذیر ہو اتھا۔ اور جس میں کائنات کا تمام تر مادہ اور توانائی بند تھی۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ تخلیق کے موقع پر زمین و اآسمان اسی"کائنا تی انڈے " کے اندر "رتق" کی حالت میں تھی بگ بینگ کے بعد یہی کائناتی انڈہ گویا پھٹ کر پھیلتا چلا گیا اور نتیجتہً اس میں موجود تمام تر مادہ اور توانائی "فتق" کی شکل میں ظہور پذیر ہوئے، یعنی کائنات کی یہ ساری ساخت وجود میں آئی جس کا آج ہم نظارہ کر رہے ہیں۔13

دینا میں کوئی اچھی عمارت،تصویر یا منصوبہ دیکھنے میں آئے تو ذہن سب سے پہلے بنانے والے انجینئر،مصور یا نقشہ بنانے والے اور منصوبہ ساز کی طرف جاتا ہے کہ کتنا عمدہ بنانے والا ہے۔ لیکن ہمارے اردگرد موجود کائنات میں موجود نظم و ضبط اور منصوبہ بندی دیکھ کر بھی اسے اتفاق کہنا یقیناً ظلم عظیم ہے۔ یہ اتفاق ہے یا خالق کی تخلیق؟

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ14

بے شک تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے پھر عرش پر قائم ہوا۔

مذکورہ بالا آیات سے باسانی یہ نکات معلوم ہوتے ہیں کہ یہ کائنات محض حادثاتی طورپر معرض وجود میں نہیں آئی بل کہ یہ اللہ رب العزت کے ارادے اور اس کی قدرت کاملہ کانتیجہ ہے، اور قدرت کی منصوبہ بندی کے تحت بنی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ کائنات کی تخلیق و ارتقاء کا مرحلہ چھ ارتقائی ادوار میں مکمل ہوا۔ اس دنیا میں ہر چیز خالق کے بنائے ہوئے نظام کے ساتھ مربوط ہے۔ یہ ربانی منصوبہ بندی اور اقتدار پوری کائنات کا اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہے کہ کوئی شے اپنے طے شدہ ضوابط سے روگردانی نہیں کر سکتی۔ 15

یہ سوال کہ کس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا؟ بارش برسانے والا کون ہے؟ پانی کا درست تناسب سے برسانا، انسانی و حیوانی زندگی کے لیے پانی کے اوصاف،سمندروں سے پانی کا مسلسل اٹھایا جانا، اس کا برسنا، زمین پر ہوا اور درجہ حرارت کا تناسب، کیا یہ سب ایک حکیم کی منصوبہ بندی،دانش مندانہ تدبیر اور قدرت و ارادہ کے بغیر خود بخود اتفاق سے ہو سکتا ہے اور مسلسل ہزاروں کروڑوں سالوں سے باقاعدگی سے رونما ہوتا چلا جارہا ہے؟ ایک عقل رکھنے والے کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اس کو اتفاقی قرار دے۔ صرف ایک ہٹ دھرم اور تعصب میں اندھا ہی اس کو حادثہ یا اتفاق کہہ سکتا ہے۔ 16

 یہ زمین آبادی کے لیے جائے قرار ہونا کوئی سادہ بات نہیں۔ اس پر غور کرنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔یہ کرہ خلا میں بغیر کسی سہارے کے معلق ہے۔ اس کے باوجود اس میں کوئی اضطراب نہیں۔ اگر اس میں ذرا بھی اضطراب ہوتا جس کے خطرناک نتائج کا مشاہدہ زلزکے کی صورت میں لگایا جاسکتا ہے، تو یہاں زندگی ممکن نہ ہوتی۔ سورج کا مناسب فاصلہ،زمین کے گرد حفاظی تہہ جو شہاب ثاقب کی خطرناک بمباری کو روکتے ہیں،جو روزانہ 30 میل فی سکینڈ کی رفتار سے زمین کی طرف گرتے ہیں۔ سمندروں کا نظام، بارش برسنے کا نظام، پہاڑوں میں معدنیات کے ذخائر، یہ صرف چند وہ مناسبتیں ہیں جن کی بدولت زمین آبادی کے لیے جائے قرار بنی۔ عقل رکھنے والا ایک لمحے میں عظیم الشان تخلیقی منصوبے والے کی منصوبہ سازی کا معترف ہو سکتا ہے۔ 17

انسان کو کیوں اس دنیا میں بھیجا گیاَ؟ اس کی اس دنیا میں حیثیت کیا ہے؟یہ سوالا ت ہر ذی شعور کے ذہن میں اٹھتے ہیں۔ ان بنیادی سوالات کا تسلی نخش حل اسلامی تعلیمات میں کچھ یوں واضح کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کائنات انسان کے لیے مسخر فرمادی ہر چیز انسان کی خدمت پر مامور ہے۔ انسان کو عقل سے نوازا، انتخاب اور ارادے کی آزادی عطا کی۔ اختیارات اور خود مختاری دے کر اسے خلیفہ بنایا۔اس منصب کے بدلے انسان کو ایک بات ذہن نشین کروادی گئی کہ تم نے صرف اللہ کی عبادت کرنی ہے۔ دنیا کی زندگی میں تمھیں جو اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے۔ وہ صرف ایک آزمائش ہے، امتحان ہے۔ تمھاراصل مقصد اس آزمائش میں کامیابی کی کوشش کرناہے۔ خالق کائنات نے پہلے ہی دن سے پہلےانسان (آدم ؑو حوا ) کو وہ ہدایات بھی دے دی تھی جن کے مطابق انھیں دنیا میں کام کرناتھا۔یہ پہلاانسان پہلے نبی بھی تھے۔ وہ مکمل علم او ر شعور کے ساتھ دنیا میں بھیجے گئے تھے۔18

 مولانا مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں:

اولین انسان جہالت اور تاریکی کی حالت میں پیدا نہیں ہوئے تھے بل کہ خدا نے زمین پر ان کی زندگی کا آغاز پوری روشنی میں کیا تھا۔ وہ

حقیقت سے واقف تھے۔ انھیں قرآن کا قانون حیا ت بتایا گیا تھا۔ ان کا طریقہ زندگی خدا کی اطاعت (یعنی اسلام ) تھا۔ اور و ہ اپنی اولاد کو یہی بات سکھا کر گئے۔ کہ وہ خدا کے فر ما نبردار (مسلم) بن کررہیں۔19

بعد میں انسان اپنے صحیح راستے(دین) سے منحرف ہو کر غلط نظریات اور راستوں پر چل نکلا۔ شرک اور نفس

پرستی میں مبتلا ہو کر اس نے بے شمار مذاہب پیدا کر لیے جس سے زمین ظلم سے بھر گئی۔ یہ خیال کہ انسان کی ابتداءجہالت یا وحشی انداز میں ہوئی اور انسان لباس اور آگ سے واقف نہیں تھا، سراسر اسالامی تعلیمات کے خلاف ہے یہ بھی لغو بات ہے کہ خدا کا شعور انسان کو نہیں تھا،وقت کے ارتقا ء کے ساتھ انسان توحید کے مقام پر پہنچا یہ خیا ل درست نہیں ہے۔

مودودی صاحب مزید لکھتے ہیں :

ناواقف لوگ جب اپنے قیاس و گمان کی بنیا د پر مذہبکی تعریف مرتب کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ انسان نےاپنی زندگی کی ابتداء شرک کی تاریکیوں سے کی پھر تدریجی ارتقاء کے ساتھ ساتھ یہ تاریکی چھٹتی گئی اور روشنی بڑھتی گئی،یہاں تک کہ آدمی توحید کے مقام پر پہنچا۔قرآن اس کے بر عکس یہ بتاتا ہے۔ کہ دنیا میں انسان کی زندگی کا آغاز پوری روشنی میں ہوا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس انسان کو پیدا کیا تھا اس کو یہ بتا دیا تھا کہ حقیقت کیا ہے۔ اور صحیح راستہ کون سا ہے۔ 20

سورہ اعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ 21

ہم نے تمھاری تخلیق کی ابتداء کی پھر تمھاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔

 یعنی اللہ نے پہلے تمھاری تخلیق کا منصوبہ بنایا تمھارا مادہ افزائش تیار کیا، پھر اس مادے کو انسانی صورت عطا کی، پھر جب ایک زندہ ہستی کی حیثیت سے انسان وجود میں آگیا تو فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔22

ایک اور مقام پر ارشاد ہے :

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ23

"جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔"

اس آیت میں بھی وہی تین مراحل مختلف انداز میں بیان فرمائے گئے ہیں یعنی اس کی شکل و صورت اور اعضاء بنانا،پھر اس کے اندر اپنی روح سے کچھ پھونک کر آدم کو وجود میں لے آنا۔

سورہ حجر میں ارشاد ہے :

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ 24

"اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔"

تخلیق انسانی کے آغاز کو اس تفصیلی کیفیت کے ساتھ سمجھنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ہم اس حقیقت کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکتے کہ بشر کیسے بنایا گیا ؟ روح پھونکنے کی نوعیت کیا تھی ؟ بہر حال یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن مجید انسانیت کے آغا ز کی کیفیت کیا تھی ان نظریات کے خلاف بیان کرتا ہے۔جو موجودہ زمانے میں ڈارون کے پیروکار سائنس کے نام سے پیش کرتے ہیں۔کہ انسان غیر انسانی اور نیم انسانی حالت سے ترقی یا ارتقاء کے ذریعے مرتبہ انسانیت تک پہنچا ہے۔ وہ روز اول سے ہی انسان بنایا گیا تھا اور خدا نے کامل انسانی شعور کے ساتھ پوری روشنی میں اس کی عارضی زندگی کی ابتدا ء کی تھی۔ڈارون کے نظریے کے مطابق انسان کا آغاز بھی حیوانی طرز پر ہو ا۔ جب کہ قرآن مجید واضح طور پرتمام انسانوں کو اشرف المخلوقات قرار دے کر عزت و تکریم سے نوازتا ہے۔ 25

یہ شرف اور فضیلت بحیثیت انسان کے،ہر انسان کو حاصل ہے چاہے مومن یا کا فر کیوں کہ یہ شرف دوسری مخلوقات،حیوانات، جمادات وغیرہ کے مقابلے میں ہے۔یہ شرف متعدد اعتبار سے، جس طرح کی شکل و صورت،جسمانی ہئیت،عقل و شعور اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے وہ کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں۔جو عقل انسان کو دی گئی ہے جس کے ذریعے انسان نے حیرت انگیز ایجا دا ت کی ہیں،حیوانات وغیرہ اس سے محروم ہیں۔ اس کےعلاوہ اللہ تبارک و تعالی ٰ نے انسان کو علم سے نوازا جیسا کہ ارشاد ہے :

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا 26 ”اور اللہ نے آدم کو تمام نام سکھائے“۔

زمینی مخلوقات کے اسماء اور ان کے خواص و آ ثار کا آدم علیہ السلام کو علم دیا گیا جو فرشتوں کے بس کا کام نہیں تھا پھر ان مخلوقات کو فرشتوں کے سامنے کرکے سوال کیا گیا کہ ان چیزوں کے نام اور خواص بتاو مگر وہ نہ بتا سکے۔27

دوسرے، دنیا کا نظام چلانے کے لیے علم کی اہمیت و فضیلت بیان فرمادی،جب یہ حکمت و اہمیت علم فرشتوں پر واضح ہوئی تو انھوں نے اپنے ضعفِ شعورو علم و فہم کا اعتراف کر لیا۔ علمی فضیلت کے بعد آدم علیہ السلام کی دوسری تکریم ہوئی۔

فرشتوں نے اللہ کے حکم پر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا جس سے ان کی تکریم و فضیلت فرشتوں پرواضح کر دی گئی۔

انسان کو صرف احسن تقویم پر ہی پیدا نہیں کیا گیا بل کہ اس میں شرم و حیا کا فطری جذبہ بھی موجود ہے۔

سورہ اعراف میں ارشاد ہے:

فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ 28

"سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا دونوں کی شرمگاہ ہیں ایک دوسرے کے رو برو بے پردہ ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔"

آدم علیہ السلام کو اپنی زوجہ کے ساتھ جنت میں رہنے کی اجازت ملی مگر شیطان نے انھیں بہکا کر شجر ممنوعہ کا پھل کھانے پر اکسایا۔جس کی وجہ سے ان کے ستر کھل گئے۔مولانا مودودی لکھتے ہیں :

"انسان کے اندر شرم و حیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا اولین مظہر وہ شرم ہے جواپنے جسم کے مخصوص حصوں کو دوسروں کے سامنے کھولنے میں آدمی کو فطرتاً محسوس ہوتی ہے قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہ شرم انسان کے اندر تہذیب کے ارتقاء سے مصنوعی طور پرپیدا نہیں ہوئی اور نہ یہ اکتسابی چیز ہے۔جیسا کہ شیطان کے بعض شاگردوں نے قیاس کیا ہے۔بل کہ در حقیقت یہ وہ فطری چیز ہے جو اول روز سے انسان میں موجودتھی۔"29

یہ بھی معلوم ہو ا کہ ستر پوشی انسان کا فطری عمل ہے یعنی جب سے انسان کی تخلیق فرمائی گئی انسان ستر پوشی اور لباس کا اہتمام کرتا ہے۔ مفتی محمد شفیع (مرحوم) معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

" آدم علیہ السلام کے واقعہ اور قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی فطری خواہش اور پیدائشی ضرورت ہے۔جو اول دن سے اس کے ساتھ ہے او آج کل کے بعض فلاسفروں کا یہ قول سراسر غلط اور بے اصل ہے کہ انسان اصل میں ننگا پھرا کرتا تھا،پھر ارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعد اس نے لباس ایجاد کیا۔"30

اور سب سے بڑی تکریم جس سے انسان نوازا گیا وہ روح ہے۔ سائنس اس بات کا جواب نہیں دے سکتی کہ انسان زندہ کیوں ہے یا مرتا کیوں ہے ؟حیات کہتے کسے ہیں ؟ کس چیز کا نام حیات ہے ؟ ایسے بہت سے سوالات ہیں جو انسانی ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ غرض روئے زمین پر حیات کو تسلیم کرنا ایک مسلمہ اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ لیکن خود حیات کی حقیقت کیا ہے یہ بات ابھی تک انسان کے لیے ایک معمہ بنی ہوئی ہے اک مجہول حقیقت ہے۔ بشر ان سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔"31

انسان میں حیات کا اصل منبہ روح ہے۔ انسان میں پھونکی گئی روح کی وجہ سے ایک بے جان جسم جیتا جاگتا انسان بن جاتا ہے،اور روح کے نکلتے ہی انسان مردہ ہو جاتا ہے۔حالانکہ،روشنی وغیرہ سب موجود ہوتے ہیں۔انسان میں موجود تمام صفات جیسے زندگی اختیار،علم،قدرت اور دوسری تمام صفات جو انسان میں پائی جاتی ہیں۔ان کے مجموعے کا نام ہی روح ہے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی صفات کا ایک ہلکا سا پر تو یا عکس ہے جو انسان کے جسم خاکی میں پھونکا گیا۔32

قرآن نے جو جوفرمایا "قل الروح من امر ربی " وہ عام لوگوں کی سمجھ کے مطابق ہے۔جتنی بات بتانا ضروری تھی وہ بتا دی گئی۔ روح کی مکمل حقیقت اس لیے واضح نہیں کی گئی کہ وہ عوام کی سمجھ سے باہر تھی۔روح عام

مخلوقات کی طرح مادی وجود نہیں رکھتی۔ بل کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم "کن" سے پیدا ہونے والی چیز ہے۔33

روح سے مراد محض وہ زندگی نہیں ہے،جس کی بدولت ایک ذی حیات جسم کی مشین متحرک ہوتی ہے۔بل کہ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکرو شعور اور عقل و تمیز اور فیصلہ و اختیا ر کا حامل ہوتا ہے۔ جس کی بدولت انسان تمام دوسری مخلوقات ارض سے ممتاز ایک صاحب شخصیت ہستی اور صاحب خلافت ہستی بنتا ہے۔34

جو لوگ کائنات کی تخلیق کواتفاق یا حادثہ قرار دیتے ہیں وہ اس کے نتیجے میں اٹھنے والے ان ہزاروں سوالوں کے کوئی جواب نہیں دے سکتے جو ان سے پوچھے جاتے ہیں۔ جب کہ اسلا م ہر اس وسوال کا تسلی بخش جواب دیتا ہے جو انسانی ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ عقل سلیم کے لیے یہ ماننا محال ہے کہ یہ وسیع و عریض عالم بغیر کسی خالق کے خود سے وجود میں آگیا اور کوئی اس کا رب نہیں ہے۔

خلاصہ

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نظریہ ارتقاء صرف ایک نظریہ ہی ہے۔کچھ سائنس دانوں کی جانب سے بھر پور تائید ملنے کے باوجود اسے صرف ایک نظریہ ہی گرداناجاتا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف تو ہے ہی،سائنس کے مسلمہ اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ یہ ایک ایسا مفروضہ ہے جو کائنات اور زندگی کی توجیہہ کسی خالق کی ضرورت تسلیم کیے بغیر کرتا ہے اور یہ واحد نظریہ ہے جو الحاد کو فروغ دیتا ہے۔

قرآن کریم اور سائنسی حوالہ جات سے یہ بات پا یہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ زندگی، اتفاقی اور بے ہنگم واقعات کا نتیجہ اور جاندار اشیا ء ایک دوسرے سے ارتقاء پذیر نہیں ہو ئیں۔ یہ سارا نظام کائنات یک خالق عظیم کے وجود کا ایک ایسا ٹھوس ثبوت ہے جسے جھٹلانا ممکن نہیں۔

حوالہ جات

1- مرتضی،ڈاکٹر ملک غلام،وجود باری تعالیٰ اور توحید، لاہور،غلام مرتضیٰ ایجو کیشنل ٹرسٹ،ص : 32

2- سوہدری،طارق اقبال،سائنس قرآن کے حضورمیں،ص :356<http://quraaninurdu.blogspot.com>

3- البقرہ (117:2)

4- وجود باری تعالیٰ اور توحید،ص:164

5- وجود باری تعالیٰ اور توحید،ص:165

6- نائیک،ڈاکٹر ذاکر،کیا قرآن کلام خداوندی ہے،مترجم،سید امتیاز احمد،لاہور،دارالنوادر،2007ء،ص:28

7- ابراہیم،آئی اے،اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات،لاہور،دارالسلام پبلیشرز،2007ء،ص:103

8- حم سجدہ (11:41)

9- نائیک،ذاکر،قرآن اور سائنس،مترجم علیم احمد،لاہور،دارالنوادر،2006ءص:25

10- یحیٰ،ہارون،قرآن رہنمائے سائنس،مترجم،محمد یحیٰ،لاہور،مکتبہ رحمانیہ،ص:108،س،ن

11- وجودباری تعالیٰ اور توحید،ص:40

12- نائیک،ذاکر،قرآن اور سائنس،ص:24

13- الانبیاء(30:21)

14- یحیٰ،ہارون،کائنات کی تخلیق، مترجم علیم احمد،کراچی،گلوبل سائنس ملٹی پبلی کیشنرز،ص:24

15- ایضاً،ص:25

16- الاعراف (54:7)

17- القادری،ڈاکٹر محمد طاہر،تخلیق و توسیع کائنات کا قرآنی نظریہ،لاہور،منہاج القرآن پبلیکیشنرز،2000ء،ص:136

18- مودودی،ابو الاعلیٰ،تفہیم القرآن،لاہور،ادارہ ترجمان،1996ء،ج:3،ص:590

19- ایضاً

20- ایضاً،ج:1،ص:17

21- ایضاً،ج:1،ص:18

22- ایضاً،ج:1،ص:162

23- الاعراف (11:7)

24- تفہیم القرآن،ج:2،ص،10

25- ص(72،71:38)

26- الحجرہ(29،28:15)

27- تفہیم القرآن،ج:2،ص،11

28- البقرہ (31:2)

29- شفیع،مولانا مفتی محمد،معارف القرآن،کراچی،دارۃالمعارف،2010ء،ج:1،ص:180

30- الاعراف (22:7)

31- تفہیم القرآن،ج:2،ص،15

32- معارف القرآن،ج:3،ص:535

33- پیدائش حیات یا نظر یہ ڈارو نزم،بحوالہ سہ ماہی "اعتقاد "کراچی،العصر پبلشرز اینڈ پرنٹرز، ج:اول، ش:دوم،شوال 1419ھ،ص:103

34- تفہیم القرآن،ج:2،ص:505

35- معارف القرآن،ج:5،ص:527

36- تفہیم القرآن،ادارہ ج:4،ص41

1. \* ریسرچ سکالر ایم- فل،یونی ورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ [↑](#footnote-ref-1)
2. \*\* پروفیسر ، یونی ورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ [↑](#footnote-ref-2)